منشی سید ظفریاب علی جوہر پرنٹر پبلشر

وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ

رسول کی اطاعت کرے گا اُسی نے تو بڑی کامیابی حاصل کی۔ بیشک ہم نے اِس امانت کو آسمانوں

عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو ان سب نے اُس کے اُٹھانے سے انکار کر دیا

وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا

اور اُس سے ڈر گئے اور انسان نے اُس کو اُٹھا لیا۔ یقیناً وہی (انسان) اپنے حق میں بڑا ظالم

جَهُولًا ۝ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ

(اور) ناداں تھا۔ تاکہ اللہ منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں کو اور مشرک

وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ

عورتوں کو عذاب دے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کی توبہ قبول کرے

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ ع ٥

اور اللہ بڑا بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔

سورۃ السبا مکیۃ وھی اربع وخمسون اٰیۃ

آیاتہا ٥٤ — رکوعاتہا ٦

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝

رحمٰن (و) رحیم خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں)

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

ہر قسم کی تعریف اُسی اللہ کے لیے زیبا ہے جس کی ملکیت آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ (بھی) ہے اور

الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ

زمین میں جو کچھ ہے وہ (بھی) اور ہر قسم کی تعریف آخرت میں بھی اُسی کی ہے اور وہی حکمت والا (اور)

الْخَبِيرُ ۝ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا

صاحب خبر ہے۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اُسے (بھی) وہ جانتا ہے اور جو چیز اس سے نکلتی ہے اُسے (بھی)

بیان کروں؟ سب نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ضرور ارشاد ہو۔ اُس وقت آنحضرتؐ صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ روزِ قیامت حق سبحانہٗ و تعالےٰ ایک قوم کو محشور فرمائیگا
جن کے گناہوں سے میزانِ اعمال مملو ہو جائے گی۔ اُس وقت ارشادِ باری ہوگا اے میرے بندو!
یہ گناہ تو تمہارے موجود ہیں نیکیاں بھی اپنی دکھاؤ۔ ورنہ تم ہلاک کئے جاؤگے۔ وہ عرض کرینگے
پروردگارا! ہم کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ ہم نے کچھ نیک کام کئے بھی ہیں یا نہیں؟ اُس وقت خدائے
تعالےٰ کی طرف سے آواز آئے گی کہ اے میرے بندو! اگر تم کو اپنی نیکیاں معلوم نہیں تو
نہ ہوں مجھے تو اُن کا علم ہے اور میں اُن کا معاوضہ تمہیں پورا پورا دوں گا۔ پھر (بحکم خدا)
ہوا چلے گی اور وہ ایک چھوٹا سا پرچہ لاکر نیکیوں کے پلّے میں ڈال دیگی۔ جس کی وجہ سے
نیکیوں کا پلّہ بھاری ہو جائیگا۔ اور گناہوں کا پلّہ اِتنا بلند ہو جائے گا جتنا کہ آسمان وزمین کا
فاصلہ ہے۔ اُس وقت اُن لوگوں میں سے ایک سے کہا جائے گا کہ تو اپنے ماں۔ باپ
بھائیوں۔ بہنوں اور خاص عزیزوں اور دوستوں کا ہاتھ پکڑلے اور اُن سب کو جنّت میں
داخل کردے۔ اہلِ محشر عرض کریں گے بار الٰہا! اِن کے گناہ تو ہم نے پہچان لئے۔ یہ نیکی
کیا تھی؟ پردۂ غیب سے آواز آئے گی اے میرے بندو! اِن میں سے جس کسی کا قرضہ
کسی برادرِ ایمانی پر ہوتا تھا تو صاحبِ قرض یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ چونکہ تو علیؑ بن ابی طالب کا دوست
ہے اِس لئے میں بھی تجھ سے محبّت کرتا ہوں اِس لئے یہ قرضہ بھی تو رہنے دے اور میرے
مال میں سے جتنا چاہے اور لے لے۔ پس ہم نے اُن دونوں کی یہ نیکی قبول کر لی اور اِن کے
گناہ معاف کردئے اور آج کے دن وہ نیکی ہم نے اِن کی ترازو میں رکھ دی اور اِن دونوں کے
لئے مع اُن کے والدین کے جنّت واجب کردی۔ پھر ارشاد ہوا اے بریدہ! جو لوگ دشمنیِ
علیؑ ابن ابیطالب کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اُن کی تعداد اُن کنکریوں سے بھی زیادہ
ہوگی جو جمرات پر ماری جاتی ہیں۔ اے بریدہ! تو ہمیشہ خوف رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ دشمنانِ علیؑ
میں تیرا بھی شمار ہو جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۸۲

تفسیر قمی میں ہے کہ اِس آیت میں امانت سے
مراد امامت اور امر ونہی ہے اور دلیل
اِس دعوے پر کہ امانت سے امامت مراد ہے یہ آیت ہے کہ خدا نے آئمہ علیہم السّلام کے
بارے میں فرمایا ہے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (دیکھو صفحہ ۱۳۸
سطر ۲) اِس آیت میں امانت سے مراد امامت ہے۔ پس یہ امانت یعنی امامت تمام
آسمانوں پر اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی۔ اِن سب نے اُس کے بار

سے انکار کیا اور خوف زدہ ہو گئے کہ امامت کے دعوے دار بنیں اور حقدار سے اُس کو غصب کر لیں لیکن میاں اوّل نے جو بڑے بے وقوف اور اظلم تھے (آؤ دیکھا نہ تاؤ اور امامت جیسی) امانت کو اپنے اُوپر لاد لیا۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے مسلمانوں کو وصیتیں فرمائیں منجملہ اُن کے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ امانت کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اور جو شخص امانت کا اہل نہ ہو اور دعوٰے کرے وہ نقصان اُٹھائے گا۔ کیونکہ یہ امانت ہی وہ چیز ہے کہ جو بڑے بڑے آسمانوں اور بچھی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے محکم پہاڑوں کے سامنے پیش ہوئی پس ان میں سے نہ کوئی چیز امانت سے زیادہ طولانی اور چوڑی تھی اور نہ اعلےٰ اور اعظم تھی۔ اشیائے مذکورہ کا انکار اِس وجہ سے نہ تھا کہ امانت اُن سے طویل۔ عریض اور قوی و غالب تھی بلکہ سبب یہ تھا کہ وہ عقوبت سے ڈر گئیں اور اُنھوں نے اِس امانت کا انجام بھی سمجھ لیا جس سے حضرتِ انسان (ابوبکر) جاہل تھے اور باوجود اِس کے کہ انسان بہ نسبت اِن چیزوں کے زیادہ ضعیف تھا مگر اُس نے امانت کو اپنے سر لے لیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور اجہل تھا۔

العوالی میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تھا تو جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام مضطرب اور بے چین ہو جایا کرتے تھے اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ لوگ عرض کرتے تھے یا امیر المؤمنین! یہ آپ کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟ حضرت فرماتے تھے کہ نماز کا وقت آگیا۔ خدا کی امانت جسے خدا نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اُنھوں نے اِس امانت کے تحمل سے انکار کر دیا تھا اور ڈر گئے تھے۔ ادا کرنے کا یہی وقت ہے۔

تہذیب الاحکام میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اے مولا! ایک شخص نے دوسرے شخص کو بازار بھیجا اور یہ کہا کہ میرے لئے ایک کپڑا خرید لا۔ وہ کپڑا بازار میں بھی ملتا ہے اور ویسا ہی اُس کے پاس بھی موجود ہے آیا جائز ہے کہ وہ منگانے والے کو اپنے پاس سے کپڑا دے دے؟ حضرت نے فرمایا ہرگز وہ ایسے کام کے قریب نہ جائے اور اپنے نفس کو (ایسے معاملہ سے) آلودہ نہ کرے کیونکہ خدا فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ الخ پھر حضرت نے فرمایا جو کپڑا بازار میں دستیاب ہوتا ہے اگرچہ اُس شخص کے پاس اُس سے بہتر بھی موجود ہو تب بھی اپنے پاس سے نہ دے۔

اقولِ صاحبِ تفسیرِ صافی) اِس آیت کے متعلق جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اُن

میں کوئی اختلاف اور منافات نہیں ہے اگرچہ کسی حدیث میں امانت بمعنی امامت مراد ہے کسی میں عام مراد ہے جو امانت اور تکلیف وغیرہ کو بھی شامل ہے کیونکہ ایسا لفظ استعمال کرنا جائز ہے جو معانی کثیرہ کو شامل ہو۔ کبھی اُس سے معانی حقیقیہ مراد لئے جائیں اور کبھی اُس میں قید لگا کر مخصوص معنوں میں استعمال کریں۔ اس آیت میں امانت سے مراد عبادتِ خدا کی تکلیف بھی ہے جو اچھی طرح ادا کی جائے اور تقربِ خدا اُس سے حاصل ہو اور ہر بندہ اپنی استعداد کے موافق کماحقہ بجا لائے۔ اور تکالیفِ الٰہیہ میں سے سب سے بڑی تکلیف خلافت ہے جو اُس کے اہل کو خدا کی درگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ پس جو لوگ اُس کے حقدار نہ ہوں اُن کو لازم ہے کہ امرِ خلافت اُس شخص کے سپرد کردیں جو (منصوص من اللہ) اُس کا اہل ہو اور ہر شخص اپنے لئے دعوے نہ کر بیٹھے اور آسمانوں۔ زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے اس امانت کے پیش کرنے سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے اُن کی استعداد کی طرف نظر (امتحان) فرمائی اور اشیاءِ مذکورہ کے انکار سے مراد یہ ہے کہ ان میں تحمّلِ امانت کی لیاقت نہ تھی۔ اور انسان کے متحمّل ہو جانے سے یہ مطلب ہے کہ اُس نے بغیر استحقاق امانت کا بوجھ اپنے سر لے لیا جس کی وجہ سے وہ امانت کے اصلی مالک کے مقابلہ میں متکبر کہلایا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُس انسان میں ادا کرنے کی قوت و طاقت نہ تھی اور انسان کے ظلوم و جہول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کی قوتِ غضبیہ اور شہوانیہ بڑھی ہوئی ہے اور یہ صفت اکثر افرادِ انسانی میں پائی جاتی ہے۔ (پس جو کچھ ہم نے بیان کیا) اور اس آیت کی تفسیر میں خاص طور سے جو جو معنی مراد لئے گئے ہیں اُن سب کی رجوع انہی معانی مذکورہ حقیقیہ کی طرف ہوگی۔ چنانچہ اگر غور کیا جائے اور توفیقِ خدا بھی شامل ہو تو یہ مطلب ظاہر ہو جائے گا۔

علامہ ابن شہر آشوب نے بسلسلہ بہ سلسلہ حضرت محمدؒ حنفیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے قول باری تعالےٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم نے میری امانت کو ساتوں آسمانوں کے سامنے پیش کیا اور عذاب و ثواب دکھلایا۔ پس آسمانوں نے عرض کی پروردگارا! اس امانت کو ثواب و عذاب کے ساتھ ہم پر بار نہ کر۔ البتہ بغیر ثواب و عقاب کے ہم متحمّل ہو سکتے ہیں۔ خدا نے میری امانت و ولایت کو پرندوں کے سامنے پیش کیا۔ پرندوں میں سے سب سے پہلے باز اور چنڈول میری امامت پر ایمان لائے اور جن پرندوں نے انکار کیا اُن میں سے سب سے پہلا منکر اُلّو اور عنقا ہے۔ پس خدا نے ان دونوں پر لعنت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُلّو کے سارے پرندے دشمن ہو گئے۔

اب وہ دن میں پرندوں کے ڈر کے مارے باہر نہیں نکلتا ہے اور عنقا دریاؤں میں ایسا غائب ہوگیا کہ نظر ہی نہیں آتا۔ اور اللہ تعالےٰ نے میری امامت کو زمین کے سامنے پیش کیا۔ پس زمین کا جو حصّہ میری ولایت و امامت پر ایمان لایا اُسے خدا نے برکت والا پاک و پاکیزہ قرار دیا۔ شیریں نباتات اور میٹھے پھل اُس میں اُگائے۔ پانی اُس کا صاف اور میٹھا کر دیا۔ اور جس حصّہ نے میری امامت کا انکار کیا اُس کو خدا نے شورۂ زار بنا دیا۔ سبزیاں اُس کی تلخ اور بدمزہ کردیں۔ پھل اُس میں کیلی۔ اور اندرائن جیسے پیدا کئے۔ پانی اُس کا کھاری اور بدمزہ کردیا۔ پھر خداوندِ عالم نے اپنے رسول سے فرمایا کہ امامتِ امیرالمؤمنین کا حامل تمہاری اُمت میں سے ایک مردک ہوگیا اُس نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا اور وہ حکمِ پروردگار سے جاہل تھا اور جو شخص امانت کو پوری طرح ادا نہ کرے گا وہ اظلم اور ستمگار ہوگا۔ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میرا دوست مومن ہے اور میرا دشمن منافق اور ولدالحرام ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۸۶

جناب امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ قریٰ سے مراد اس آیت میں آدمیوں کا ایک مخصوص گروہ ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی چند آیتیں اُن حضرت نے تلاوت فرمائیں کسی نے عرض کی وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت نے فرمایا وہ ہم اہلبیتؑ ہیں کیا تم نے قولِ باری تعالےٰ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ پر غور نہیں کیا؟ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو ہمارے پاس رہے وہ کجی اور گمراہی سے محفوظ رہے گا۔

الاکمال میں ہے کہ جناب حضرتِ حجّت علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم وہ قریٰ جنہیں خدا نے بابرکت کیا وہ ہم ہیں اور قریٰ ظاہرہ سے مراد تم لوگ ہو۔

کافی میں زیدِ شحام سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن قتادہ بن دعامہ جنابِ امام محمّد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا اے قتادہ! کیا تو ہی اہلِ بصرہ کا فقیہ ہے؟ اُس نے عرض کی وہ لوگ تو یہی سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تو قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں! فرمایا اگر تو علم و یقین سے تفسیر کرتا ہے تو تیرے کیا کہنے؟ میں تجھ سے ایک آیت کی تفسیر دریافت کرتا ہوں تو مجھے اس کا جواب دے! اُس نے عرض کی فرمائیے! حضرت نے ارشاد کیا بیان کر سورۂ سبا کی آیت وَقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝ کا کیا مطلب ہے؟ قتادہ نے عرض کی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کے ارادہ سے اپنے ہمراہ زادِ راہ اور